

نبی کریم ﷺ اور اجتہاد

☆ ڈاکٹر حافظ عبداللہ

قرآن کریم نے جو اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ آخری کتاب ہے، اپنے متعلق دعویٰ کیا ہے:

﴿و نزلنا علیک الكتاب تبیاناً لکل شیء و ہدی و رحمۃ و بشری

للمسلمین﴾ (۱)

”ہم نے تم پر ایسی کتاب نازل کی ہے کہ (اس میں) ہر چیز کا بیان (مفصل) ہے اور

مسلمانوں کے لیے ہدایت اور رحمت اور بشارت ہے“

یہاں ”کل شیء“ سے مراد ہر وہ چیز ہے جس کا تعلق انسان کی ہدایت و رہنمائی سے ہے۔

قرآن کے نزول کی غرض و غایت ہی نوع انسانی کی ہدایت ہے۔ قرآن نے خود اپنے متعلق بتایا ہے۔

﴿ہدی للناس﴾ ”(لوگوں کی ہدایت کے لیے (نازل کیا گیا) ہے“۔ (۲)

قرآن کے نزول سے لے کر قیامت تک جس زمانے اور جس خطہ میں بھی انسان کو جو جو

مسائل درپیش ہوں گے جن کا تعلق انسانی وجود سے اختصاصی ہوگا اور جن کے حل اور جن میں صحیح

رہنمائی ہی پر انسانیت کا ارتقاء و عروج موقوف ہوگا ان سب کا بیان اس کتاب میں کر دیا گیا۔

لیکن ظاہر ہے کہ ہر دور کے مسائل کی جزئیات کا تفصیلی بیان تو قرآن مجید میں موجود نہیں

ہے اس لیے کہ قرآن کی آیات محدود ہیں جبکہ انسانی زندگی کے ہر شعبہ کا یہ حال ہے کہ ہر دن کا آفتاب

نئے حوادث و واقعات کے ساتھ طلوع ہوتا ہے۔ ان ہی نت نئے پیش آنے والے واقعات کو فقہاء کی

اصطلاح میں الحوادث و النوازل کہتے ہیں۔ (۳) ان غیر محدود ”الحوادث و النوازل“ کا اگر تفصیلی بیان

قرآن مجید میں موجود نہیں ہے، جو کہ ظاہر ہے، تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ ”تبیان لکل شیء“ کا مفہوم کیا ہے۔

امام ابواسحاق شاطبیؒ اس سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

”ولا يكون جامعا إلا و المجموع فيه امور کلیات“ (۴)

قرآن کی جامعیت کا مفہوم یہی ہے کہ اس میں کلیات بیان ہوئے ہیں

قرآن کریم کے بیان کردہ کلیات کی جزئی تفصیلات سنت رسول ﷺ اور اجتہاد ہی کے

ذریعے معلوم کی جاسکتی ہیں۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں:

”فجماع ما أبان الله لخلقه في كتابه ، مما تعبدهم به ، لما مضى من حكمه جل

ثنائه : من وجوه :

فمنها : ما أبانه لخلقه نصا ، مثل جمل فرائضه ، في أن عليهم صلاة و زكاة و حجًا

و صومًا ، و أنه حرّم الفواحش ما ظهر منها و ما بطن ، و نصّ الزنا و الخمر و أكل

الميتة و الدم و لحم الخنزير ، و بين لهم فرض الوضوء ، مع غير ذلك مما بين

نصًا .

و منه : ما سن رسول الله ﷺ مما ليس لله فيه نص حكم ، و قد فرض الله في كتابه

طاعة رسوله ﷺ و الا انتهاء الى حكمه . فمن قبل عن رسول الله ﷺ فبفرض

الله قبل .

و منه : ما فرض الله على خلقه الاجتهاد في طلبه ، و ابتلى طاعتهم في الاجتهاد ،

كما ابتلى طاعتهم في غيره مما فرض عليهم“ . (۵)

”امام شافعیؒ کی مذکورہ عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں احکام کا بیان چار

طریقوں سے کیا ہے۔ بعض احکام قرآن کریم میں تفصیلی طور پر بیان کر دیئے گئے ہیں۔

بعض احکام کی تفصیل نبی کریم ﷺ کے ذریعہ بیان کروادی گئی۔ بعض احکام وہ ہیں جن کو

رسول اللہ نے بیان کیا۔ جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا کوئی قرآنی حکم نہیں مگر چونکہ اللہ نے

قرآن میں رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اور ان کے حکم پر عمل کرنے کو فرض قرار دیا ہے۔ اس لیے جس کسی نے رسول اللہ ﷺ کی سنتوں کو قبول کیا بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے فرض قرار دینے کی وجہ سے قبول کیا اور بعض احکام وہ ہیں جن کو معلوم کرنے کے لیے مجتہدین پر اجتہاد فرض کر دیا گیا ہے۔“

علامہ ابوبکر جصاص (م ۳۷۱ھ) مذکورہ آیت کی تفسیر کے تحت فرماتے ہیں:

”سنت رسول، اجماع، قیاس و اجتہاد اور استدلال کی دوسری تمام صورتوں مثلاً استحسان اور قبول خبر واحد کی وجہ سے جو احکام ثابت ہوتے ہیں وہ بھی دراصل قرآن کے تبیان اور اس کی وضاحت کی صورتیں ہیں، اس لیے کہ قرآن ان پر دلالت کرتا ہے۔“ (۶)

علامہ ابوبکر جصاص مذکورہ آیت سے قیاس و اجتہاد کی حجیت پر استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”و هذه الآية دالة على صحة القول بالقياس وذلك لا نا اذالم نجد
للحادثة حكما منصو صا في الكتاب و لا في السنة و لا في الاجماع و قد
اخبر الله تعالى ان في الكتاب تبیان لكل شئ من امور الدين ثبت ان
طريقة النظر و الاستدلال بلقياس على حكمه اذلم يبق هنا ك و جه
يوصل الى حكمها من غير هذه الجهة“ (۷)

’یہ آیت قیاس کی حجیت پر دلالت کرتی ہے وہ اس طرح کہ جب ہمیں کسی نئے پیدا شدہ مسئلے کا حکم کتاب اللہ، سنت رسول اور اجماع میں نہیں ملے گا تو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کہ قرآن کریم میں دین کے ہر معاملے کی وضاحت موجود ہے، سے یہ بات ثابت ہو جائے گی کہ اس نئے مسئلے کے متعلق حکم معلوم کرنے کا طریقہ اجتہاد درائے اور قیاس کے ذریعہ استدلال ہے۔ اس لیے کہ اس طریقہ کے سوائے مسئلے کا حکم معلوم کرنے کا اور کوئی ذریعہ باقی نہیں رہتا ہے۔“

اس ساری بحث کا حاصل یہ ہے کہ انسان زندگی کی لامحدود جزئیات کا احاطہ اعجازی شان کے ساتھ قرآن کریم نے ”کلیات“ کی صورت میں کیا ہوا ہے۔ اور انہی ”کلیات“ سے نئے پیش آمدہ مسائل کا حل اخذ و استنباط کرنے کا نام ”اجتہاد“ ہے گویا اجتہاد کی حقیقت احکام شرعیہ کی دریافت و تطبیق میں انتہائی جدوجہد صرف کرنا ہے جیسا کہ علماء اصول نے وضاحت سے بیان کیا ہے۔ (۸)

اجتہاد کی حجیت شرعیہ ہونے پر امت کا تقریباً اجماع ہے سوائے ایک فرقہ قلیلہ کے جس کے شبہات و اعتراضات کا جواب علماء اصول نے مفصل و مدلل دیا ہے۔ علامہ ابو بکر جصاص نے قیاس و اجتہاد کے حجت شرعیہ ہونے پر 32 آیات قرآنیہ، 39 احادیث نبویہ اور اجماع صحابہ کو بطور عقلی دلائل پیش کیا ہے اور اس کے بعد اجتہاد کے جواز و ضرورت پر عقلی دلائل بیان کیے ہیں اور پھر منکرین اجتہاد و قیاس کے شبہات و اعتراضات کا رد فرمایا ہے۔ (۹)

علماء اصول کے درمیان جو مسئلہ مختلف فیہ ہے وہ یہ کہ آیا نبی کریم ﷺ بھی امور دین میں مامور بالا اجتہاد تھے یا نہیں۔

جہاں تک مصاحح دنیوی اور امور حرب کا تعلق ہے اس پر سب کا اتفاق ہے کہ آپ مازون بالا اجتہاد والرائے تھے۔

ڈاکٹر جمیل جاسم النشمی فرماتے ہیں:

”اتفق الكل على انه يجوز للنبي ﷺ الاجتهاد في المصالح الدنيوية و

امور الحرب“ (۱۰)

کتب احادیث و سیرت میں بیان کردہ متعدد واقعات بھی اس پر شاہد ہیں۔ جیسے غزوہ بدر میں رسول اللہ نے جب اسلامی لشکر کو جس جگہ پڑاؤ کا حکم دیا تو حضرت الخباب ابن المندثر نے عرض کیا:

”يا رسول الله ارأيت هذا المنزل ، أمنزلاً أنزلك الله ليس لنا أن نتقدمه ،

ولا نتأخر عنه ، أم هو الرأي والحرب والمكيدة؟“

”یا رسول اللہ ﷺ کیا یہ مقام ایسا ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اتارا ہے اور ہمیں یہ اختیار نہیں کہ ہم آگے بڑھیں یا پیچھے ہٹیں یا یہ ایک رائے اور جنگی تدبیر ہے۔“
نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”بل هو الراى و الحرب و المکیدة“ (نہیں بلکہ یہ رائے ہے اور جنگی تدبیر ہے)
حضرت الخباب بن المنذر نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ مقام کوئی ایسی جگہ نہیں ہے بلکہ آگے تشریف لے چلیں ہم اس چشمے کے پاس اتریں گے جو قریش سے بہت قریب ہے۔ اس کے پیچھے جتنے چشمے اور گڑھے ہیں انہیں ناکارہ کر دیں گے تاکہ ہمیں پانی ملتا رہے اور انہیں نہ ملے۔
نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”لقد اشرت بالراى“ (۱۱) (تو نے صحیح رائے دی)

اس طرح جب غزوہ بدر خندق کے موقع پر ہر طرف سے کفار کے لشکر مدینہ پر چڑھ دوڑے تھے اور مسلمان سخت آزمائش میں پڑ گئے تو رسول اللہ ﷺ نے کفار کا زور توڑنے کے لیے بنو غطفان سے مدینہ کی پیداوار کے ثلث پر صلح کرنی چاہی تو معاہدہ کی تکمیل سے پہلے آپ نے حضرت سعد بن معاذ اور حضرت سعد بن عبادہ سے مشورہ فرمایا تو ان دونوں نے عرض کیا:

”یا رسول اللہ ، امر اتحبه فتصنعه ، أم شئیا أمرک اللہ به ، لا بد لنا من العمل به ، أم شئیا تصنعه لنا“؟

”یا رسول اللہ ﷺ کیا یہ ایسا معاملہ ہے جسے آپ پسند فرماتے ہیں اور اس لیے کرنا چاہتے ہیں یا اس کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اور اس پر عمل کیے بغیر چارہ نہیں یا آپ ہمارے لیے کرنا چاہتے ہیں“
آپ نے ارشاد فرمایا:

”واللہ ما اصنع ذلک إلا لأنسى رأیت العرب قد رمتکم عن قوس و احدة، و کالہوکم من کل جانب ، فأردت ان اکسر عنکم من شوکتهم
إلی امرما“

”خدا کی قسم میں صرف اس لیے کرنا چاہتا ہوں کہ میں نے دیکھا تمام عرب ایک مکان سے تم پر تیروں کی بارش کرنے پر آمادہ ہے اور ہر راستہ تمہارے لیے دشوار بنا دیا گیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ ان کی طاقت تمہارے لیے کسی نہ کسی طرح توڑ ڈالوں“

حضرت سعد بن معاذ نے عرض کیا:

”یا رسول اللہ ، قد كنا نحن و هو لاء القوم على الشرك بالله و عبادة الاوثان ، لا نعبد الله و لا نعرفه ، فهم لا يطمعون أن ياكلوا منها ثمرة إلا قري أو يبعوا ، أفحين أكرمنا الله بالإسلام و هداانا له و اعزنا بك و به ، نعطيهام اموالنا ! [والله] مالنا بهذا من حاجة ، والله لا نعطيهام إلا السيف حتى يحكم الله بيننا و بينهم“ (۱۲)

”یعنی جب ہم اور یہ لوگ شرک و بت پرستی میں مبتلا تھے تب یہ لوگ مدینہ کی ایک کھجور کی طرف بھی لپٹائی ہوئی نظر نہیں ڈال سکتے تھے اب تو اللہ تعالیٰ نے آپ اور اسلام کے ذریعے ہمیں عزت دی۔ کیا اب ہم انہیں اپنے اموال دیں گے؟ خدا کی قسم ہمارے اور ان کے درمیان تلوار ہی فیصلہ کرے گی۔“

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”فانت و ذاک“ (پس تم جانو اور وہ جانیں)

حضرت سعد نے وہ پرچلایا اور اس پر جو خیر تھی محو کر دی

نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ میں اس قسم کے بے شمار واقعات ہیں کہ آپ نے دنیوی اور دنیوی امور اور جنگی تدابیر سے متعلق اپنی رائے اور اجتہاد سے فیصلہ فرمایا اور بعض مواقع پر صحابہ کرام نے آپ سے اختلاف بھی کیا اور آپ نے اسے نہ صرف قبول بلکہ پسند فرمایا۔

اس لیے دنیوی امور اور جنگی تدابیر میں آپ کے ماذون بالا اجتہاد والرائے ہونے میں کسی کا اختلاف نہیں۔ جہاں تک دینی امور کا تعلق ہے اس میں ایک گروہ نے اگرچہ آپ کے مامور بالا اجتہاد

ہونے کا انکار کیا ہے، لیکن جمہور مفسرین اور علماء اصول، دینی امور میں بھی آپ کے مامور بالا اجتہاد ہونے کے قائل ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَاِذَا جَاءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اِذَا عَوَّاهُ ، وَلَوْ رَدُّوهُ اِلَى الرَّسُوْلِ

وَالِىْ اَوْلَى الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَ الَّذِيْنَ يَسْتَنْبِطُوْنَهُ مِنْهُمْ﴾ (۱۳)

”اور جب ان کے پاس پہنچتی ہے کوئی خبر امن کی یا ڈر کی اس کو مشہور کرتے ہیں اگر اس کو پہنچاتے رسول تک اور اپنے اختیار والوں تک تحقیق کرتے اس کو جوان میں تحقیق کرنے والے ہیں اس کی۔“

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے علامہ جصاص فرماتے ہیں:

”ولم يخص اولى الامر بذلك دون الرسول و في ذلك دليل على ان

للجميع الاستنباط و التوصل الى معرفة الحكم بالا استدلال“ (۱۴)

”اس میں استنباط و استدلال کے حکم کے ساتھ صرف اولوالامر کو مخصوص نہیں کیا بلکہ حضور ﷺ کی ذات اقدس بھی اس حکم میں شامل ہے اس میں یہ دلیل موجود ہے کہ استنباط کرنے اور استدلال کے ذریعہ احکام کی معرفت حاصل کرنے کا کام سب (رسول ﷺ اور اولوالامر) کے ذمے لگایا گیا تھا۔“

”ان النبي ﷺ كان مكلفاً باستنباط الأحكام لأنه تعالى أمر بالرد إلى

الرسول و إلى اولى الامر“ (۱۵)

”استنباط احکام کے مکلف نبی کریم ﷺ بھی ہیں اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں

رسول اللہ اور اولی الامر دونوں کی طرف معاملات لوٹانے کا حکم فرمایا ہے۔“

جمہور علماء اصول نے بھی نبی کریم ﷺ کے مصالح دنیویہ اور امور دینیہ دونوں میں مامور

بالاجتہاد ہونے کی صراحت فرمائی ہے۔ علامہ ابو بکر جصاص فرماتے ہیں:

”و يجوز ان يكون بعض ما يقوله نظراً و استدلالاً ، و ترد الحوادث التي لا نص فيها إلى نظائرها من النصوص باجتهاد الرأى“
 ”نبی کریم ﷺ کے لیے نظر و استدلال (قیاس و اجتہاد) جائز ہے اور آپ ان واقعات و حادثات کو جن میں نص (قرآنی) نازل نہیں ہوئی، اجتہاد ورائے کے لیے نصوص (قرآنی) میں وارد نظر کی طرف حکم معلوم کرنے کے لیے لوٹاتے ہیں۔“
 اور پھر علامہ ابو بکر فرماتے ہیں:

”و هذا هو الصحيح عندنا“ (اور ہمارے نزدیک یہی (مذہب) صحیح ہے)
 اس کے بعد نبی کریم ﷺ کے مامور بالا اجتہاد ہونے پر متعدد دلائل قرآن اور سنت سے پیش کرتے ہیں۔ اس مختصر مضمون میں ان میں سے صرف دو ذکر کیے جاتے ہیں:

”و الدليل على أنه قد كان جعل له أن يقول من طريق الاجتهاد : قوله تعالى: ﴿و لورده الی الرسول و الی اولی الامر منهم لعلمه الذین یستنبطونه منهم﴾ (۱۶) عموماً یقتضی جواز الاستنباط من جماعة المرود إليهم ، و فيهم النبي ﷺ“ (۱۷)

”یعنی آیت مذکورہ کا عموم اس جماعت کے لیے اجتہاد و استنباط کے جواز کو مقتضی ہے جن کی طرف معاملات کو لوٹایا جاتا ہے اور ان میں اولی الامر کے ساتھ نبی کریم ﷺ بھی شامل ہیں لہذا یہ نص قرآنی آپ کے مامور بالا اجتہاد ہونے میں صریح ہے۔“
 دوسری دلیل بیان فرماتے ہیں:

”و يدل عليه أيضا : قوله تعالى ﴿فاعتبروا یا ولی الأبصار﴾ (۱۸)
 و النبی ﷺ من اجلهم“ (۱۹)

”یعنی اولی الابصار کو قیاس کا مکلف قرار دیا گیا ہے اور نبی کریم ﷺ اس وصف میں سب سے بڑھ کر ہیں۔“

امام ابواسحاق شیرازی بھی اسی رائے کے قائل ہیں چنانچہ فرماتے ہیں:

”و قد كان يجوز الرسول الله ﷺ ان يحكم في الحوادث بالاجتهاد“ (۲۰)
 ”نبی کریم ﷺ کے لیے جائز ہے کہ پیش آمدہ مسائل و حوادث میں اجتہاد سے فیصلہ
 فرمائیں۔“

امام الحرمین جوینی فرماتے ہیں:

”و لعل الأصح أنه كان لا يجتهد في القواعد و الأصول ، بل كان ينتظر
 الوحي ، فأما في التفاصيل فكان مأذونا له في التصرف و الاجتهاد“ (۲۱)
 ”آپ قواعد و اصول میں تو وحی کا انتظار فرماتے تھے لیکن جزئیات و تفصیلات (فروعات)
 میں ماذون بالاجتہاد تھے۔“

علامہ بزدوی فرماتے ہیں:

”ان الرسول مأمور بانظار الوحي فيما لم يوح اليه من حكم الواقعة ثم
 العمل بالرأي بعد انقضاء مدة الانتظار“ (۲۲)

”یعنی مدت انتظار پورا ہونے کے بعد آپ اجتہاد دورائے سے عمل فرماتے ہیں“

پھر علامہ بزدوی سورۃ الحشر کی آیت ﴿فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ﴾ دلیل میں پیش
 کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں اعتبار یعنی قیاس و اجتہاد کا اولوالابصار کو حکم دیا ہے

اور

”هو عليه السلام احق الناس بهذا الوصف“ (۲۳)

”آپ اس وصف میں تمام لوگوں سے بڑھ کر ہیں“

علامہ نحوی بھی علامہ بزدوی کی تائید فرماتے ہیں:

”و أصح الأقاويل عندنا أنه عليه السلام فيما كان يتلى به من الحوادث
 التي ليس فيها وحى منزل كان ينتظر الوحي إلى أن تمضي مدة الانتظار،

ثم كان يعمل بالرأي والاجتهاد و بين الحكم به فاذا أقر عليه كان ذلك
حجة قاطعة للحكم“ (۲۴)

علامہ سرخسی نے اس کی بھی وضاحت کر دی کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی کریم ﷺ کے
اجتہاد کی تقریر کی صورت میں آپ کا اجتہاد حجتِ قطعی ہوتا ہے۔
علامہ آمدی فرماتے ہیں:

”والمختار جواز ذلك عقلا و وقوعه سمعا“ (۲۵)

”نبی کریم ﷺ کا مامور بالا اجتہاد ہونا عقلاً جائز ہے اور نصوص سے اس کا وقوع ثابت ہے
یہی مذہب مختار ہے۔“

اس کے بعد علامہ آمدی نے مذہب مختار کے عقلی و نقلی دلائل مفصل بیان کیے ہیں اور پھر
منکرین کے نقلی و عقلی دلائل کا جواب دیا ہے۔

اس ساری بحث کا حاصل یہ ہے کہ جمہور ائمہ تفسیر اور علماء اصول نبی کریم ﷺ کے مصالِح
دنیوی اور امور حرب کی طرح امور دینی میں بھی مامور بالا اجتہاد ہونے کے قائل ہیں۔

کتب احادیث سے علماء اصول نے نبی کریم ﷺ کے قیاس و اجتہاد سے متعلق متعدد مثالیں
بیان کی ہیں جن میں چند ایک ذیل میں ذکر کی جاتی ہیں۔

۱۔ عن ابن عباس قال قال رجل يا رسول الله إن أبي مات و لم يحج أفأحج عنه؟

قال: أرايت لو كان على ابيك دين قاضيه، قال: نعم. قال: فدين الله

احق۔ (۲۶)

”حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر
ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ میرا باپ فوت ہو گیا ہے اور اس نے حج نہیں کیا۔ کیا میں اس کی
طرف سے حج کر سکتا ہوں؟ نبی کریم ﷺ نے سائل سے فرمایا کیا تیرے باپ پر کسی کا
قرض ہوتا تو تو اس کو ادا کرتا۔ اس نے عرض کیا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس بات

کا زیادہ مستحق ہے کہ اس کا قرض ادا کیا جائے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ نے سائل کے سوال کا جواب اللہ تعالیٰ کے قرض کو بندے کے قرض پر قیاس کر کے ارشاد فرمایا جو اجتہاد ہی کی ایک صورت ہے۔

۲۔ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے کہا:

”یا رسول اللہ ﷺ صنعت اليوم أمراً عظيماً، قبلت و انا ضائم قال:

أرأيت لو مضمضت من الماء و انت ضائم؟“ قلت: لا بأس به، قال:

فمه“۔ (۲۷)

”یا رسول اللہ میں نے آج ایک ایسا کام کیا جس سے مجھے خوف ہے۔ میں نے روزہ کی

حالت میں بوسہ لیا آپ نے فرمایا: اگر روزہ میں توکلی کرے۔ میں نے کہا اس میں کچھ

حرج نہیں۔ آپ نے فرمایا یہ بھی ایسا ہی ہے۔

نبی کریم ﷺ کے اجتہاد میں خطا کے وقوع اور عدم وقوع پر بھی علماء اصول نے بحث کی

ہے۔ علماء کے ایک فریق کی رائے یہ ہے کہ آپ کے اجتہاد میں خطا کا وقوع جائز نہیں جبکہ جمہور علماء

اصول کا مذہب اس کے جواز میں ہے۔

علامہ ابواسحاق شیرازی فرماتے ہیں:

”وقد كان الخطاء جائزاً عليه إلا أنه لا يقر عليه، و من أصحابنا من قال:

ما كان يجوز عليه الخطأ و هذا خطأ لقوله تعالى: ﴿عفا الله عنك لم

اذنت لهم﴾ فدل على أنه اخطأ و الآن من جاز عليه السهو والنسيان جاز

عليه الخطأ كغيره“۔ (۲۸)

”آپ کے اجتہاد میں خطا جائز ہے مگر آپ خطا پر برقرار نہیں رہ سکتے اور ہمارے اصحاب

میں سے جن کا یہ قول ہے کہ آپ کے لیے خطا جائز نہیں ہے ان کے اس قول کی تغلیط اللہ تعالیٰ کے اس

ارشاد سے ہوتی ہے ﴿عفا الله عنك لم اذنت لهم﴾ جو آپ سے خطا کے وقوع پر دلالت کرتی

ہے اس لیے کہ جس کے لیے سہو اور نسیان جائز ہے دوسروں کی طرح اس کے لیے خطا بھی جائز ہے“
علامہ عبدالعزیز بخاری فرماتے ہیں:

”و اجتہادہ لا یحتمل الخطا عند اکثر العلماء لا نا أمرنا باتباعہ فی الاحکام بقولہ عزوجل: ﴿فلا وربک لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینہم ثم لا یجدوا فی انفسہم حرجا مما قضیت و یسلموا تسلیماً﴾ [النساء: ۶۵] و بغیرہ من الآیات فلو جاز الخطأ علیہ لکنا مامورین باتباع الخطأ و ذلک غیر جائز وإن احتمل الخطأ کما ہو مذهب اکثر اصحابنا بدلیل قوله عز اسمه: ﴿عفا الله عنک لم اذنت لهم﴾ فانہ یدل علی أنه علیہ السلام أخطأ فی الاذن لهم . و بدلیل نزول العتاب فی اساری بدر و غیر ہما من الدلائل فلا یحتمل القرار علی الخطا لما ذکرنا أنه یؤدی إلى الأمر باتباع الخطا فاذا أقرہ الله علی اجتہادہ دل أنه کان ہو الصواب فیوجب علم یقین کالنص فتکون مخالفتہ حراما و کفرا و هو نظیر الإلہام فإن الہام النبوی علیہ السلام حجة قاطعة لا یسع مخالفتہ بوجه و الہام غیرہ لیس بحجة“۔ (۲۹)

”اکثر علماء کے نزدیک آپ کا اجتہاد خطا کا احتمال ہی نہیں رکھتا اس لیے کہ ہمیں احکام میں آپ کی اتباع کا حکم دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (تمہارے پروردگار کی قسم یہ لوگ جب تک اپنے تنازعات میں تمہیں منصف نہ بنائیں اور جو فیصلہ تم کردو اس سے اپنے دل میں تنگ نہ ہوں بلکہ اس کو خوشی سے مان لیں تب تک مومن نہیں ہوں گے) اور اس کے علاوہ متعدد آیات ہیں جن میں یہی مضمون وارد ہے۔ اگر آپ کے اجتہاد میں خطا جائز ہوتی تو ہم خطا میں آپ کی اتباع پر مامور ہوتے اور یہ جائز نہیں اور اگر آپ کے اجتہاد میں خطا کا احتمال ہے جیسے کہ ہمارے اکثر اصحاب کا یہی مذہب ہے اور اس پر دلیل اللہ کا یہ ارشاد ہے ﴿عفا الله عنک﴾ جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اجازت دینے میں آپ سے خطا ہوئی اور اسی طرح اسیران بدر وغیرہ میں جو آپ کو مغناب اللہ تنبیہ ہوئی اس

بات کے دلائل ہیں کہ آپ سے خطا کا احتمال ہے مگر خطا پر برقرار رہنے کا احتمال نہیں اس لیے کہ اگر آپ خطا پر برقرار رہتے تو اس سے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا، خطا میں اتباع لازم آتی، جو درست نہیں اس لیے آپ کے وہ تمام اجتہادات جن پر منجانب اللہ تنبیہ نازل نہیں ہوئی صواب اور درست ہیں اور ان سے علم یقین اسی طرح حاصل ہوتا ہے جس طرح نص سے اور ان کی مخالفت حرام اور کفر ہے اور اس کی نظیر الہام ہے اس لیے کہ آپ کا الہام حجت قطعی ہے جس میں مخالفت کی گنجائش نہیں بخلاف دوسروں کے الہام کے جو حجت نہیں ہیں۔“

نبی کریم ﷺ اور دوسرے مجتہدین کے اجتہاد میں فرق یہ ہے کہ اگر آپ ﷺ کے اجتہاد میں کوئی خطا واقع ہوئی تو فوراً وحی کے ذریعہ مطلع کر دیا گیا یہ کسی دوسرے مجتہد کے لیے نہیں ہو سکتا۔ قیامت تک وہ خطا پر برقرار رہ سکتا ہے۔ نبی کریم ﷺ دوسرے مجتہدین کے برعکس خطا پر باقی رہنے سے من جانب اللہ معصوم ہیں۔
علامہ بزدوی فرماتے ہیں:

”..... أن النبي ﷺ معصوم عن القرار على الخطأ أما غيره فلا يعصم

عن القرار على الخطأ فاذا كان كذلك كان اجتهاده و رأيه صوابا

بلا شبهة“ (۳۰)

نبی کریم ﷺ خطا پر برقرار رہنے سے معصوم ہیں جبکہ دوسرے مجتہدین معصوم نہیں ہیں اس لیے آپ کا اجتہاد صواب ہی ہے۔
علامہ خبازی فرماتے ہیں:

”وكان لا يقدر على الخطأ، فاذا أقر على شئ من ذلك، كان دلالة

قاطعة على الحكم. بخلاف ما يكون من غيره من البيان بالرأي و هو

نظير الإلهام، فانه حجة قاطعة في حقه و إن لم يكن في حق غيره بهذه

الصفة“ (۳۱)

”نبی کریم ﷺ خطا پر برقرار نہیں رہ سکتے اور جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کے اجتہاد کی تقریر ہو جائے تو حکم پر اس کی دلالت قطعی ہوتی ہے بخلاف دوسرے مجتہدین کے۔ اس کی مثال الہام کی ہے کہ جس طرح آپ کا الہام حجت قاطعہ ہے اور یہ حیثیت دوسروں کے الہام کی نہیں ہو سکتی۔“

علامہ بزدوی نے آپ کے ”اجتہاد“ کو ”وحی باطن“ کہا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

”و أما الوحي الباطن مهوما ينال باجتهاد الراي بالتامل في الاحكام المنصوصة“ (۳۲)

”وحی باطن نبی کریم ﷺ کا احکام منصوصہ میں غور و فکر کے ذریعے اجتہاد کرنا ہے“

علامہ عبدالعزیز بخاری ”کشف الاسرار“ میں اس کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”قوله: (و اما الوحي الباطن) فكذا جعل الاجتهاد منه عليه السلام و حيا

باطنا باعتبار المال فإن تقريره عليه السلام على اجتهاد يدل على أنه هو

الحق حقيقة كما إذا ثبت بالوحي ابتداء“ (۳۳)

”آپ کا اجتہاد نتیجہ اور مثال کے اعتبار سے وحی باطن ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ

کے اجتہاد کی تقریر کے بعد یہی اسی طرح حجت قاطعہ ہوتا ہے جس طرح کوئی حکم ابتداء وحی

سے ثابت ہو“

علامہ نحسی نے ”اجتہادات نبوی“ کو ”مشابہاً للوحي“ کہا ہے۔ فرماتے ہیں:

”و أما ما يشبه الوحي في حق رسول الله ﷺ فهو استنباط الأحكام من

النصوص بالرأي و الاجتهاد فإنما يكون من رسول الله هذا الطريق ، فهو

بمنزلة الثابت بالوحي لقيام الدليل على أنه يكون ثواباً لا محالة ، فإنه كان

لا يقر على الخطا فكان ذلك منه حجة قاطعة ، و مثل هذا من الأمة لا

يجعل بمنزلة الوحي .

لأن المجتهد يخطئ و يصيب ، فقد علم أنه كان لرسول الله ﷺ من

صفة الكمال ما لا يحيط به إلا الله ، فلا شك أن غيره لا يساويه في

إعمال الرأي والاجتهاد في الاحكام”۔ (۳۴)

”آپ ﷺ کا اجتہاد دورائے کے ذریعہ نصوص سے احکام واستنباط کرنا ”مشابہ اللوحی“ ہے۔ کیونکہ آپ کا خطا پر برقرار رہنا ناممکن ہے اس لیے حجت قطعی ہونے میں وحی ہی کی طرح ہے جبکہ امت کے دیگر مجتہدین کے اجتہاد میں خطا اور صواب دونوں کا احتمال ہے۔“ علامہ نسفیؒ بھی علامہ بزدوی اور علامہ نحسیؒ کی تائید میں فرماتے ہیں:

”و عندنا هو ما مور بانتظار الوحى ، فيما لم يوح اليه ، ثم العمل بالرأى بعد انقضاء مدة الانتظار ، إلا انه عليه السلام معصوم عن القرار على الخطأ . فإذا اقره الله على ذلك دل على أنه مصيب بيقين ، وكان ذلك حجة قاطعة بمنزلة الثابت بالوحى ، و حينئذ لا يجوز مخالفته في ذلك (بمخلاف ما يكون من غيره من البيان بالرأى) لأنه غير معصوم عن القرار على الخطأ“۔ (۳۵)

”ہمارے نزدیک آپ وحی کے انتظار کے لیے مامور ہیں لیکن جب انتظار کی مدت ختم ہو جائے تو آپ کا اجتہاد دورائے پر عمل کرنا جائز ہے مگر آپ خطا پر برقرار رہنے سے معصوم ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کے اجتہاد کی تقریر ہو جائے تو آپ کا اجتہاد میں مصیب ہونا یقینی ہو جاتا ہے۔ آپ کا اجتہاد وحی کی طرح حجت قاطعہ ہو جاتا ہے جس کی مخالفت جائز نہیں بخلاف دیگر مجتہدین کے کیونکہ وہ اپنے اجتہاد میں خطا پر برقرار رہنے میں غیر معصوم ہیں۔“

ملاجیون ”المنازل“ کی شرح ”نور الانوار“ میں زیادہ وضاحت کے ساتھ فرماتے ہیں:

”فلا نسلم أن اجتهاده ليس بوحى ، بل هو وحى باطن باعتبار المال و القرار عليه (و عندنا هو مامور بانتظار الوحى فيما يوح اليه) أى إذا نزلت

الحادثة بين يديه يجب عليه أن ينتظر الوحي أولاً لجوابها إلى ثلاثة أيام ،
 أو إلى أن يخاف فوت الغرض ، (ثم العمل بالرأي بعد انقضاء مدة
 الانتظار) فإن كان أصاب في الرأي لم ينزل الوحي عليه في تلك
 الحادثة، وإن كان أخطأ في الرأي ينزل الوحي للتبیه على الخطأ ، و ما
 تقرر على الخطأ قط بخلاف سائر المجتهدين فإنهم إن اخطؤوا يبقى
 خطؤهم إلى يوم القيامة و هذا معنى قوله : (إلا أنه عليه السلام معصوم عن
 القرار على الخطأ بخلاف ما يكون من غيره من البيان بالرأي) من
 مجتهدی الأمة ، فانهم يقرءون على الخطأ ، ولا يعصمون عن القرار
 عليه .“ (۳۶)

ہمارے نزدیک آپ کے اجتہاد کا وحی نہ ہونا مسلم نہیں بلکہ مآل اور نتیجہ کے اعتبار سے یہ بھی
 وحی ہے۔ البتہ اس کو وحی باطن کہا جائے گا اور ہمارے نزدیک نبی کریم ﷺ اس کے مامور ہیں کہ اولاً
 وحی کا انتظار فرمائیں جس کے بارے میں وحی نہیں نازل ہوئی یعنی جب آپ کے سامنے کوئی حادثہ پیش
 آئے تو آپ پر واجب ہے کہ اس کے جواب دینے سے پہلے وحی کا انتظار فرمائیں تین روز تک یا یہاں
 تک کہ مقصود فوت ہونے کا اندیشہ ہو، پھر مدت انتظار ختم ہونے کے بعد اپنی رائے پر عمل فرمائیں پس
 اگر رائے صواب ہو تو اس حادثہ میں وحی نازل ہونے کی ضرورت نہیں۔ اگر خطا پر ہو تو ضرور وحی نازل
 ہوگی ، خطا پر تنبیہ کی غرض سے۔ اس لیے کہ کسی معاملہ میں آپ خطا پر برقرار نہیں رہ سکتے بخلاف
 دوسرے مجتہدین کے، اگر وہ خطا کریں تو قیامت تک ان کی خطا باقی رہ سکتی ہے اور یہی مطلب ہے
 مصنف (علامہ نسفی) کے اس قول کا

”البتہ آپ خطا پر باقی رہنے سے معصوم ہیں بخلاف ان خطاؤں کے جو دوسروں کی اجتہاد
 ورائے میں ہوتی ہیں یعنی مجتہدین امت کی رائے میں اگر خطا واقع ہو تو اس میں وہ برقرار
 رہ سکتے ہیں خطا پر باقی رہنے میں من جانب اللہ وہ معصوم نہیں ہیں۔“

کتب احادیث میں آپ کے اجتہاد میں خطا واقع ہونے پر منجانب اللہ تنبیہ کی متعدد مثالیں ملتی ہیں۔ علماء اصول نے بھی انہیں کتب اصول میں بیان کیا ہے۔ ان میں چند ایک تو ضیح مسئلہ کے لیے ذیل میں مذکور ہیں۔

غزوہ بدر کے اسیران جنگ کے معاملہ میں آپ نے صحابہ کرامؓ سے مشورہ فرمایا کہ کیا کیا جائے؟ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ فدیہ لے کر چھوڑ دیے جائیں جبکہ حضرت عمرؓ نے یہ رائے دی کہ سب کو قتل کر دیا جائے۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ کی رائے پسند کی اور فدیہ لے کر چھوڑ دیا جس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ ہوئی اور یہ آیت نازل ہوئی۔ (۳۷)

﴿لَوْ لَا كُتِبَ مِنَ اللَّهِ سَبَقٌ لِّمَسْكَكُمْ فِيمَا أَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾ (۳۸)

”اگر خدا کا حکم پہلے نہ ہو چکا ہوتا تو جو (فدیہ) تم نے لیا ہے اس کے بدلے تم پر بڑا عذاب (نازل) ہوتا۔“

یہ آپ کے اجتہاد میں خطا واقع ہونے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ تھی۔ جو اس بات پر دال ہے کہ آپ خطا پر برقرار رہنے سے منجانب اللہ معصوم ہیں۔

غزوہ تبوک میں بعض منافقین نے آپ سے جہاد سے رخصت کی اجازت مانگی اور آپ نے انہیں اجازت مرحمت فرمادی جس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ نازل ہوئی۔ (۳۹)

﴿عَفَا اللَّهُ عَنْكَ لِمَ أَذْنَتْ لَهُمْ حَتَّىٰ يَتَّبِعُوا لَكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَتَعْلَمَ الْكَافِرِينَ﴾ (۴۰)

”خدا تمہیں معاف کرے تم نے پیشتر اس کے تم پر وہ لوگ بھی ظاہر ہو جاتے جو سچے ہیں اور وہ بھی تمہیں معلوم ہو جاتے جو چھوٹے ہیں ان کو اجازت کیوں دی؟“

نبی کریم ﷺ نے ازواجِ مطہرات کی وجہ سے اپنے آپ پر شہد کو حرام ٹھہرایا تھا جس پر اللہ

تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ نازل ہوئی۔ (۴۱)

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تَحْرِمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ تَبْتَغِي مَرْضَاتِ أَزْوَاجِكَ وَاللَّهُ

غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾ (۴۲)

”اے پیغمبرؐ جو چیز خدا نے تمہارے لیے جائز کی ہے تم اس سے کنارہ کشی کیوں کرتے ہو؟
(کیا اس سے) اپنی بیبیوں کی خوشنودی چاہتے ہو؟ اور خدا بخشنے والا مہربان ہے۔“
علامہ ابن العربی فرماتے ہیں:

”وقد حرم النبي ﷺ العسل على الرواية الصحيحة أو جاريته مارية فلم
يقر الله تحريمه و نزل قوله تعالى: (يا ايها النبي لم تحرم ما احل الله
لك) و كان ذلك من النبي ﷺ اجتهادا“ (۴۳)

”نبی کریم ﷺ نے صحیح روایت کے مطابق اپنے اوپر شہد حرام ٹھہرایا تھا یا اپنی لونڈی ماریہ۔
آپؐ کا یہ اجتہاد تھا جس میں آپ سے خطا ہوئی اللہ تعالیٰ نے آپ کو خطا پر برقرار نہیں رہنے
دیا اور وحی نازل کر کے تنبیہ فرمائی۔“

مذکورہ بالا نظر اس بات پر دال ہیں کہ نبی کریم ﷺ دوسرے مجتہدین کے برعکس اجتہاد میں
خطا پر باقی رہنے سے من جانب اللہ معصوم ہیں گویا اب آپ کے وہ تمام اجتہادات جن پر اللہ تعالیٰ کی
طرف سے تنبیہ نازل نہیں ہوئی، الٰہی تائید و توثیق کے حامل ہیں اور جن کی تعداد کتب احادیث میں
بہت زیادہ ہے اور آپ کے وہ اجتہادات جن میں خطا واقع ہوئی اور جن کی تعداد بہت کم ہے
منجانب اللہ تنبیہ نے ان کی تصحیح فرمادی اس لیے تمام نبوی اجتہادات مآل اور نتیجہ کے اعتبار سے وحی
ہیں اور اسی طرح قابل حجت اور اتباع ہیں جس طرح ابتداء وحی سے ثابت ہونے والے احکام ہیں۔

☆☆☆☆☆☆

حواشی

- ۱- النحل ۸۹
- ۲- البقرة ۸۵
- ۳- گیلانی، مناظر احسن، مقدمہ تدوین فقہ، ص ۷۰، مکتبہ رشیدیہ لاہور، اکتوبر ۱۹۷۶ء

- ٣- شاطبي، ابواسحاق، الموافقات في اصول الشريعة، ٣٦٤/٣، دار المعرفة بيروت، س-ن.
- ٥- شافعي محمد بن ادريس، الرسالة، ص ٢١، ٢٢، تحقيق وشرح احمد محمد شاكر، المكتبة العلمية، بيروت، س-ن.
- ٦- جصاص، ابوبكر، احكام القرآن، ١٨٩/٣-١٩٠.
- ٤- جصاص، ابوبكر، ايضاً.
- ٨- (i) جصاص، ابوبكر، الفصول في الاصول، ١١/٢، دراسة وتحقيق ذاكتر مجيل جاسم النشمي وزارة الاوقاف والشؤون الاسلامية الكويت، ١٩٨٥ء
- (ii) غزالي، ابوحامد محمد بن محمد، المحصفي في علم الاصول، ص ٢٨١، دار الكتب العلمية بيروت، ١٩٩٣ء
- (iii) ابن حزم، ابوجميلة، الالاندلسي، الاحكام في اصول الاحكام، ٢١٨/٢، دار الحديث بجوار ادارة الازهر، ١٩٨٢ء
- ٩- جصاص، ابوبكر، الفصول في الاصول، ٢٣/٢-٩٥.
- ١٠- النشمي، مجيل جاسم، حاشية على الفصول في الاصول، ٢٣٩/٣.
- ١١- ابن هشام، ابوجميد، السيرة النبوية، ٢٣٢/٢، دار احياء التراث العربي، بيروت، ١٩٩٥ء
- ١٢- ايضاً، ٢٣٦/٢.
- ١٣- النساء ٨٣.
- ١٢- جصاص، ابوبكر، احكام القرآن، ٢١٥/٢.
- ١٥- رازي، محمد بن عمر فخر الدين، مفتاح الغيب، ١٥٩/٥، دار الكتب العلمية، بيروت، ١٩٩٠ء
- ١٦- النساء ٨٣.
- ١٤- جصاص، ابوبكر، الفصول في الاصول، ٢٣٠/٣.
- ١٨- الجشتر ٢.
- ١٩- جصاص، ابوبكر، الفصول في الاصول، ٢٣٠/٣.
- ٢٠- شيرازي، ابواسحاق، الملح في اصول الفقه، ص ١٣٢، دار الكتب العلمية، بيروت، ١٩٨٥ء
- ٢١- جويني، عبد الملك بن عبد الله، البرهان في اصول الفقه، تحقيق ذاكتر عبد العظيم محمود، دار الوفاء قطر، ١٩٩٢ء
- ٢٢- بزدوي، علي بن محمد، فخر الاسلام، كنز الوصول رالي معرفة الاصول، ص ٢٣٠، مير محمد كتب خانة، كراچی، س-ن.
- ٢٣- ايضاً.
- ٢٢- السنخسي، محمد بن احمد، اصول السنخسي، ٩١/٢، دار المعارف العمومية، لاهور، ١٩٨١ء
- ٢٥- آدمي، علي بن ابوبعلي، سيف الدين، الاحكام في اصول الاحكام، ٢٢٢/٢، دار الحديث خلف الجامع الازهر،

- مصر، س - ن
- ۲۶- نسائی، احمد بن شیب، السنن، کتاب الحج، باب تشبیه قضاء الحج بقضاء الدین، ۱۱۸/۳، دار احیاء التراث العربی، بیروت، س - ن
- ۲۷- ابو داؤد، سلیمان بن اشعث، السنن، کتاب الصوم، باب القبلة بالصائم، ۷۹/۲-۷۸۰، دار الفکر بیروت، ۱۹۹۲
- ۲۸- شیرازی، ابوالسحاق، اللمع فی اصول الفقہ، ص ۱۳۳
- ۲۹- بخاری، عبدالعزیز بن احمد، کشف الاسرار عن اصول فخر الاسلام الہمز دوی، ۳۱۰/۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۹۷
- ۳۰- کشف الاسرار، ۳۱۳/۳
- ۳۱- خبازی، عمر بن محمد، المغنی فی اصول الفقہ، ص ۲۶۲، تحقیق ڈاکٹر محمد مظہر نقا، مطابع جامع ام القرئی، مکہ مکرمہ، ۱۴۰۳ھ
- ۳۲- بخاری، عبدالعزیز بن احمد، اصول بزودی مع کشف الاسرار، ۳۰۵/۳
- ۳۳- ایضاً
- ۳۳- اصول السنخسی، ۹۰/۲
- ۳۵- نسفی، المنار مع شرح نور الانوار، ۱۶۲/۲-۱۶۸
- ۳۶- ملا جیون، شرح نور الانوار، ۱۶۲/۲-۱۶۸
- ۳۷- (i) مسلم، ابن حجاج النیشاپوری، الجامع، کتاب الجہاد، باب الامداد بالمالک، ۱۵۷/۵، دار الفکر، بیروت لبنان، س - ن
- (ii) ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، الجامع الصحیح، کتاب تفسیر القرآن، باب سورۃ الانفال، حدیث ۳۰۹۳، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۹۹۵ء
- (iii) ابن کثیر، اسماعیل ابوالقداء، تفسیر القرآن العظیم، ۳۲۵/۲، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۲۰۰۰ء
- ۳۸- الانفال: ۶۸
- ۳۹- الطبری، ابن جریر، محمد بن جعفر، جامع البیان عن تاویل آی القرآن، ۱۸۳/۷، دار الفکر بیروت، ۱۹۹۵ء
- ۴۰- التوبہ: ۲۳
- ۴۱- بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع، کتاب التفسیر، باب سورۃ التحریم، ۶۸/۶، مکہ مکرمہ، مکتبہ المنصفۃ

الجلسة ٦، ١٣٤٦هـ

التحريم

- ٣٣

ابن العربي، أبو بكر، احكام القرآن، ا٣٤٤، دار الكتب العلمية، بيروت، ١٩٨٨ء

- ٣٣



مولانا ابوالحسن علی ندویؒ نے فرمایا:

”انسان کا اپنے رب کے ساتھ تعلق محض قانونی اور عقلی رشتہ نہیں جس کا دائرہ صرف واجبات ادا کرنے، احکام کی تکمیل کرنے، ٹیکس دینے اور اس کے بدلے کچھ حقوق حاصل کرنے تک محدود ہو۔ بلکہ یہ محبت اور پاکیزہ جذبات کا بھی رشتہ ہے۔ یہ ایک ایسا رشتہ ہے جس پر ذوق و شوق اور عشق و قربانی کا اور دلسوزی و بے قراری کا غلبہ ہونا چاہیے اور یہ عنصر اس رشتہ میں اس طرح جاری و ساری رہنا چاہیے کہ کوئی عمل اس کے اثر سے خالی نہ رہنے پائے۔“